مطبوعات

نظام الملک طوسی تالیف - مولانا عبدالرزاق کانپوری - شائع کردہ نفیس اکیڈمی ، بلاسس اسٹریٹ - قیمت مجلد بارہ روپے صفحات ۵۶۰ -

عباسیوں کے وزراء آل برمک کے بعد سب سے زیادہ جس وزیر نے حسن تدبّر، فکر رسا اور خدمت دین میں غیر معمولی شہرت حاصل کی وہ نظام الملک طوسی تھا - یہ وزیر بیک وقت ایک صاحب طرز ادیب ، اور ایک مخلص عالم تھا - اس کے عہد وزارت میں باطنی فرقہ کی سرگرمیاں بہت تیز ہو چکی تھیں - حسن بن صباح نے نہ صرف لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کیے بلکہ سازشوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا اور اس کے ساتھی ہر اس شخص کو قتل کرنے کے درپے تھے جو ان کے راستے میں مزاحم ہو سکتا تھا - بیشمار قیمتی جانیں اس سفاک اور عیار گروہ کے ہاتھوں ضائع ہوئیں - خود نظام الملک کو بھی اس فرقہ کے ایک آدمی نے شہید کیا -

زیر تبصرہ کتاب میں جہاں ایک طرف نظام الملک طوسی جیسے باکمال وزیر کی پوری زندگی مؤرخانہ دیانتداری سے قلمبند کی گئی ہے ، وہاں حسن بن صباح اور اس کی خوفناک تحریک کا بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے -

نظام الملک کے حالات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیک دل وزیر اس بات کا انتہائی آرزو مند تھا کہ مملکت کا پورا نظام اسلامی شریعت کے مطابق چلایا جائے - سیاست نامہ میں اس کی جو تفصیلات ملتی ہیں وہ اس آرزو اور تمنا کی پوری طرح غمازی کرتی ہیں - وہ بادشاہ اور رعایا کے فرائض کے تحت لکھتا ہے :-

"جب لوگ شریعت کی پابندی چھوڑ کر دین و مذہب کا خاکہ اڑانے لگتے ہیں

اور خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے ہیں اُس وقت وہ اُن کے اعمال کی سزا دینا چاہتا ہے اور بجائے عادل اور مہربان بادشاہ کے ظالم حکمراں مسلط کرتا ہے۔ اس دور میں انقلاب میں خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں اور گنہگار اپنے کرتوتوں کی سزا پاتے ہیں۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ جب نیستان میں آگ لگتی ہے تو اول وہ خشک چیزوں کو جلاتی ہے۔ پھر ہمسائیگی کے طفیل تر و تازہ چیزیں بھی جل کر راکھ ہو جاتی ہیں"

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر وہ فرمانرواؤں کو یہ نصیحت کرتا ہے:

"بادشاہوں کو خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہیے، مگر یہ رضامندی جب ہی ہو سکتی ہے کہ بندگانِ خدا پر عدل و احسان کیا جائے۔ عدل کا ثمرہ بادشاہ کو یہ ملتا ہے کہ رعایا ٹھنڈے دل سے دعائیں مانگتی ہے، جس سے سلطنت مستحکم اور ملک میں اضافہ ہوتا ہے اور دین و دنیا کی نیک نامی حاصل ہوتی ہے اور آخرت کا حساب ہلکا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور قول ہے کہ الملک یبقیٰ مع الکفر ولا یبقیٰ مع الظلم یعنی سلطنت کفر سے تو باقی رہ جاتی ہے مگر ظلم و ستم سے نہیں رہتی۔"

"بادشاہ پر واجب ہے کہ فرض و سنت اور احکام شریعت کے قائم رکھنے کی کوشش کرے . . . . . حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ کے واسطے سب سے اچھی چیز اُس کا پاکیزہ مذہب ہے کیونکہ مملکت اور مذہب مثل دو بھائیوں کے ہیں۔ جب مملکت میں انقلاب ہوگا تو مذہب میں بھی رخنہ پڑے گا اور جب مذہب میں فتور ہوگا تو سلطنت پر بھی اُس کا اثر پڑے گا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھا بادشاہ وہ ہے جو اہلِ علم سے صحبت رکھتا ہو اور سب سے برا وہ عالم ہے کہ جو بادشاہ سے ملتا ہو۔"

پھر نظام الملک بادشاہ کو یہ چیز بھی ذہن نشین کراتا ہے کہ اُسے امورِ سلطنت میں عورتوں کو دخیل نہیں ہونے دینا چاہیے اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتا ہے کہ "بیگماتِ شاہی جو حکم دیتی ہیں یہ

ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جو اہل غرض انہیں سمجھا دیتے ہیں کیونکہ مردوں کی طرح عورتوں کو برأی العین دیکھنے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اُن کی پیش خدمتیں کان بھرتی رہتی ہیں اس لیے عورتوں کے احکام راستی کے خلاف ہوتے ہیں، جن سے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "عورتوں کا کلام بھی مثل عورتوں کے پردے میں رہنا چاہیئے" یعنی جس طرح علانیہ کوئی اُن کو نہیں دیکھ سکتا ہے، اسی طرح کھلم کھلا کوئی اُن کی بات بھی نہیں سُن سکتا ہے۔

نظام الملک کے نصائح کا سب سے مؤثر حصہ وہ ہے جس میں اُس نے اپنے فرزند ارجمند کو خطاب کیا ہے۔ اس حصہ میں وہ اپنے ولبند کو اُن سارے خطرات سے آگاہ کرتا ہے جو مسند وزارت سنبھالنے کے بعد وزراء کو پیش آتے ہیں۔ یہ حصہ بڑا ہی مؤثر اور اُس کی دلی کیفیات کا ترجمان ہے۔ اس کے ہر لفظ سے اُس کا خلوص جھلکتا ہے۔ وہ اپنے لڑکے کو پہلی نصیحت یہ کرتا ہے:

"میرے بعد وزارت اختیار نہ کرنا اور جہاں تک ہو سکے دولتِ جاوید یعنی قناعت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور دنیا کی چاپلوسی پر شیدا اور فریفتہ نہ ہو جانا کیونکہ اس کی لذتیں آخرت کی مسرتوں کی برابر قیمت نہیں رکھتی ہیں۔"

پھر اس کی وجہ یہ بتاتا ہے:

"صبح سے شام تک بلا ناغہ لوگوں کے معاملات میں وزیر کو مختلف احکام صادر کرنا پڑتے ہیں اور حکم الٰہی یوں ہے فاحکم بین الناس بالعدل یعنی جو حکم ہو وہ کانٹے کی تول ہو ایسی صورت میں خدانخواستہ اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی حکم خداوندی کے خلاف صادر ہو جائے تو اس ایک لحظہ کے نقصان کی تلافی سو برس کی حکومت میں نہیں ہو سکتی ہے۔"

کتاب کا وہ حصہ بھی بڑا دلچسپ اور قابل قدر ہے جس میں فرقہ باطنیہ کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ اس فرقہ کے معتقدات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رہنماؤں نے شرعی احکام

کو مٹانے کی کوشش نہ کی بلکہ اُن کی اس انداز سے تاویل کی کہ پورا دین بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا۔ اُن کے نزدیک قادرِ مطلق (معاذ اللہ) محض ایک عضوِ معطل تھا۔ وہ خدا کو قادر ان معنوں میں نہیں مانتے تھے کہ وہ کائنات کی ہر چیز پر قادر ہے بلکہ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اس نے دوسروں کو قدرت عطا کی ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنی امام کو یاد کرنا اور نمازِ باجماعت کے معنی، امام معصوم کی متابعت کرنا تھا۔ روزہ کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ تھا کہ انسان امام کے اسرار کی حفاظت کرے، یا اپنے مقتداء کے افعال کو خاموشی سے دیکھتا رہے اور اگر وہ فواحش میں مبتلا ہو تو اُس کو بھی افعالِ حسنہ سمجھے۔ طوافِ کعبہ سے مراد امام کے گھر کا طواف کرنا ہے۔

عمر خیام سے جو روایات عام طور پر منسوب کی جاتی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض ایک شاعر رند مشرب تھا۔ فاضل مصنف نے بڑی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صرف شاعر نہ تھا بلکہ فلسفہ، منطق، ریاضی، تفسیر، علمِ قرأت اور علم نجوم کا بھی ایک بردست عالم تھا۔

یہ پوری کتاب معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ اس کے مطالعے سے اسلامی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک دور سامنے آجاتا ہے اور اُن لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام صرف ۲۳ برس تک دنیا میں قائم رہا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے درہم برہم ہو گیا۔

کتاب کا معیارِ طباعت عمدہ ہے البتہ کتابت کی غلطیاں ذوق پر گراں گزرتی ہیں۔

جیتا جاگتا تالیف: علامہ ابن طفیل۔ اردو ترجمہ مع تبصرہ، ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب ایم، اے، پی، ایچ۔ ڈی۔ صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ابن طفیل کی شہرہ آفاق تصنیف "حی بن یقظان" کا شستہ اور رواں ترجمہ ہے۔ اس فاضلانہ تصنیف میں ایک عام فہم اور دلچسپ قصّے کے ذریعہ یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر موحد ہوتا ہے اور اگر خارجی حالات

اور ماحول اُس کے خیالات اور احساسات کو غلط راہ پر نہ ڈالیں تو وہ تلاشِ حق میں خود بخود کامیاب ہو جاتا ہے۔اس قصہ میں ایک ایسے انسان کی داستانِ حیات قلمبند کی گئی ہے جس نے انسانوں کی صحبت سے بہت دُور جنگلوں میں نشوونما پائی، اُس نے اپنی فطری اور جبلّی صلاحیتوں کی مدد سے مادی زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور اپنے شعور اور وجدان سے ایک قادرِ مطلق ذات کا ادراک کیا۔فاضل مصنّف نے اس قصّے کے واقعات بیان کرتے ہوئے نہایت ہی حکیمانہ انداز میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جس طرح انسان کی فطرت میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات میں تصرّف حاصل کرے اسی طرح اُسے قدرت نے ذاتِ حق کا بھی فطری طور پر شعور و احساس بخشا ہے اور اگر اُسے اُس کی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ یقیناً حق کو پانے میں کامیاب ہو گا۔تلاشِ حق میں حی بن یقظان کو مختلف منازل سے گزرنا پڑا پہلی منزل میں اُس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ یہ سارا کارخانہ قدرت یونہی بغیر کسی کارساز کی تدبیر اور حکمت کے تو پیدا نہیں ہو گیا، دوسری منزل میں وہ اپنی ذات اور ذاتِ حق کے بارے میں مختلف نظریات قائم کرتا ہے اور پھر ریاضت کرتے کرتے مشاہدۂ حق سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔اس وقت اُس کی ابسال سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اسے شرع کی تفصیلات بتاتا ہے حی بن یقظان کو یہ معلوم کرکے حیرت بھی ہوتی ہے اور مسرت بھی کہ شرع میں اپنی عقل سے پیدا کیے ہوئے نتائج اور ذاتِ حق کے مشاہدات میں کوئی تناقض نہیں پایا جاتا۔

فاضل مصنف نے اس قصہ میں جن اہم نکات کی نقاب کشائی کی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔انسان واقعی اپنے وجدان اور شعور سے خالقِ کائنات کے وجود کا ادراک تو کر سکتا ہے مگر اُس کی صفات اس کے احکام اور اُن کے مضمرات کو مجرد اپنی عقل سے نہیں سمجھ سکتا اس لیے اُسے ایسے نفوسِ قدسی کی قدم قدم پر رہنمائی کی ضرورت درپیش ہے جن سے خداوند تعالیٰ ہم کلام ہو کر انہیں اپنا منشا واضح کرتا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی کے بغیر حق کو اُس کی ساری تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ ساتھ ٹھیک ٹھیک جانتا بالکل ناممکن ہے۔

فاضل مترجم نے بڑی محنت اور عرقریزی کے ساتھ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور آغاز میں ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں عقل، نقل اور کشف کے حدود کی نشاندہی کی ہے۔ اس مقدمہ کے ایک حصے کے متعلق ہم یہ گذارش پیش کرتے ہیں کہ انسانیت کو فکری اعتبار سے مختلف ادوار میں تقسیم کرنا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ ہمارے نزدیک اس تقسیم سے بہت سی الجھنیں پیش آتی ہیں جن کو کسی طرح سلجھایا نہیں جا سکتا ہے۔ پھر فاضل مصنف نے سابق انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات میں عقل کی اہمیت کو جس انداز سے گھٹایا ہے وہ بھی محلِ نظر ہے۔

اس مقدمہ میں جو دوسری چیز کھٹکتی ہے وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کے ساتھ غیر ضروری اختصار ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جہاں کہیں حضورؐ کا نام درج کیا ہے وہاں صرف محمد (صلعم) لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ امت کے ائمہ اور صلحا نے اس اختصار کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ نے یہ کہا ہے حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں اُن کے اسمِ مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرنا چاہیے اور اس میں اختصار سے کام نہ لینا چاہیے۔ یہ بات اگرچہ امام موصوف نے کتابتِ حدیث کے تحت کہی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور صلحائے امت نے اس کا اہتمام کیا ہے۔

ان دو گذارشات کے علاوہ باقی کتاب بڑی قابلِ قدر ہے اور مترجم کی محنت اور قابلیت کی پوری طرح آئینہ دار۔

متصوفانہ نظریات کی تشکیل جدید (انگریزی) تالیف جناب ملک محمد اشرف صاحب شائع کردہ: دی وائی وال پبلیکیشنز، گجرات مغربی پاکستان۔ قیمت آٹھ روپیہ صفحات ۲۳۷۔

کتاب کے مصنف ایک دردِ دل رکھنے والے مسلمان اور صاحبِ علم بزرگ ہیں۔ انہوں نے چند سال پیشتر علامہ اقبال مرحوم کی کتاب ارمغانِ حجاز کے ایک حصے (شیطان کی مجلسِ شوریٰ)

کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تھا جو علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوا۔ یہ کتاب بھی ان کے سوز اور جذبۂ ایمانی کی ترجمان ہے۔ اس مختصر بحث میں انھوں نے اسلامی تصوف کے اندر غیر اسلامی رجحانات کی نشان دہی کی ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ وہ طریقت جو شریعت سے آزاد ہو وہ سراسر گمراہی اور ضلالت ہے۔

پس طریقت چیست اے والا صفات
شرع را دیدن بہ اعماق حیات

الحکمۃ فی مخلوقات اللہ تالیف۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ۔ ترجمہ:۔ مولانا محمد علی لطفی۔ تعارف جناب مفتی محمد شفیع صاحب۔ ملنے کا پتہ ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۵ے صفحات ۱۴۴۔

قرآن مجید نے ذات باری تعالیٰ کا صحیح احساس اور شعور پیدا کرنے کے لئے انفس و آفاق پر بار بار غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ ایک انسان جب اپنی جسمانی ساخت کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نہایت ہی پیچیدہ مشین بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ تیار کی گئی ہے اور وہ بڑی عمدگی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ انسان کی دلی کیفیات اور قلبی واردات اس بات کی نہایت واضح طور پر غمازی کرتی ہیں کہ اس عالم مجاز و محسوسات سے بالاتر، ہمارے نظام کائنات سے ارفع و اعلیٰ ایک ان دیکھا نظام موجود ہے جس کی منشا کے ساتھ خود کو مطابق کرنا، انسان کی فطری آرزو اور امنگ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ خود اس

دیکھے بھالے بن سوجھے   جانے پہچانے بن بوجھے

وجود کا احساس انسان کے نفس میں کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ کبھی تو یہ احساس صحفِ سماوی کی سند پر ایمان رکھنے کی وجہ سے پرورش پاتا ہے۔ کبھی دنیا کے ہنگامۂ خیر و شر کو دیکھ کر یہ احساس ابھرتا ہے کہ ایک اعلیٰ اور اولیٰ مقنن ضرور ہونا چاہیے۔ کبھی فطرت کے حسین مناظر

کو دیکھ کر انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ انسان نے ہمیشہ سے فطرت کے جمال میں حسنِ ازل کی جھلک دیکھی ہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں کی خاموش گویائی پکار پکار کر اسے ایک وجود کی طرف متوجہ کرتی رہی ہے۔ سورج کی خشمگیں کرنوں میں، چاند کی ٹھنڈک میں، صبح کی صباحت اور شام کی ملاحت میں اُسے آیاتِ الٰہی نظر آتی ہیں۔ دنیا کا کوئی ادب نہیں جس میں ہمیں ان آیاتِ وجدانی کے متعلق انمول جواہر پارے نہیں ملتے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے انہی آیاتِ وجدانی کی حکمتوں پر اپنے حکیمانہ اسلوب میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

مولانا محمد علی لطفی صاحب نے اس بیش قیمت کتاب کا اُردو میں ترجمہ کر کے ایک قابلِ قدر خدمت سرانجام دی ہے۔

تاریخ صُحفِ سماوی | تالیف: پروفیسر سید نواب علی صاحب۔ شائع کردہ: مکتبہ افکار ایلین روڈ کراچی۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔ صفحات ۳۶۸

یہ فاضلانہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۱۹ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی اور اس نے ملک کے سارے علمی حلقوں سے غیر معمولی خراجِ تحسین حاصل کیا۔ اب اکتالیس برس کے بعد اس قیمتی تصنیف کو فاضل مصنف نے نظرِ ثانی اور مفید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا ہے۔ پوری کتاب پروفیسر صاحب کے تبحرِ علمی، اور ذوقِ تحقیق کی آئینہ دار ہے۔ اس میں انہوں نے عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کی صحت پر بڑی عمدگی سے بحث کی ہے اور مستند حوالوں کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ ان کے ماننے والوں نے ان میں بہت کچھ ردّ و بدل کیا۔ تیسرے حصّے میں انہوں نے بڑے ہی ٹھوس دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور اس کا جو نسخہ ہمارے پاس موجود ہے یہ بالکل وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات پر نازل کیا تھا۔ اس میں کسی ایک لفظ یا شوشہ تک کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

ہمارے نزدیک یہ ایک نہایت ہی عمدہ اور مستند کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ کی ہم پرزور سفارش کرتے ہیں۔

سیرت عثمانؓ تالیف: مولانا خالد گرجاکھی۔ شائع کردہ: مکتبۂ نور۔ گرجاکھ۔ ضلع گوجرانوالہ۔

مولانا خالد صاحب نے یہ کتاب لکھ کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اردو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو کافی معلومات مل جاتی ہیں لیکن خلیفۂ راشد حضرت عثمان ذوالنورین کی حیاتِ طیبہ کے بہت سے گوشے اردو داں طبقہ کی آنکھوں سے ابھی تک مستور تھے۔ مولانا خالد صاحب نے ان سے نقاب کشائی کی ہے۔

تفہیم القرآن جلد سوم

سورۃ الکہف تا سورۃ الروم

تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ امید ہے کہ اگست ۶۲ء میں فرمائشوں کی تعمیل اسی ترتیب سے شروع ہوگی جس ترتیب سے ہمارے ہاں فرمائشیں درج ہیں۔ اگر آپ نے ابھی تک اپنی فرمائش نہیں بھیجی تو آج ہی فرمائش درج کرادیں ورنہ ممکن ہے کہ آپ کو دوسرے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑے۔

جن حضرات کی فرمائشیں ہمارے ہاں پہلے سے درج ہیں، وہ آخر جولائی میں تجدید فرمائش کے ہمراہ -/5 روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں بقیہ کا وی۔پی کردیا جائے گا۔

جلد سوم کی ضخامت پہلی دونوں جلدوں سے زیادہ ہے۔ اس میں جغرافیائی نقشہ جات کے علاوہ ارض القرآن کی متعدد عکسی تصاویر بھی شامل ہیں۔ ہدیہ کا اعلان عنقریب کردیا جائے گا۔ اس کے علاوہ:

جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورۃ الانعام قسم عام ۱۶/۲۵ قسم اول ۲۱/۲۵

جلد دوم سورہ الاعراف سے سورۃ بنی اسرائیل ۱۸/۲۵ قسم اول ۲۲/۷۵

سٹاک میں موجود ہیں۔ فرمائش اس پتہ پر تحریر فرمادیں۔ مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور